دل کی بات　　　　مدیر

انتخاب آمد، اتحاد برخاست

صدارتی انتخاب کا بگل بج چکا ہے۔ آئندہ چند روز میں اونٹ کسی کروٹ بیٹھ ہی جائے گا۔ الیکشن کمیشن نے انتخابی قواعد میں سے دفعہ ۶۳ کا اطلاق ختم کر کے انتخاب سے قبل ہی موجودہ صدر جنرل پرویز کو دوبارہ صدر بننے کے لیے مضبوط راستہ فراہم کر دیا ہے۔ حزبِ اختلاف کی تمام سیاسی جماعتوں نے اس غیر آئینی اقدام کی شدید مذمت کی ہے اور الیکشن کمیشن کی غیر جانبداری کو مشکوک قرار دیا ہے۔ سپریم کورٹ نے بھی واضح طور پر کہا ہے کہ الیکشن کمیشن کو یہ اختیار ہرگز حاصل نہیں مگر یہاں تو ''جس کی لاٹھی اُس کی بھینس'' والا قانون رائج ہے۔ ملک کی سیاسی فضا میں فطری طور پر ارتعاش پیدا ہو گیا ہے۔ اکتوبر میں صدارتی انتخاب کے انعقاد کا اعلان ہو چکا ہے۔ اُدھر وکلاء کی طرف سے جسٹس (ر) وجیہہ الدین احمد صدارتی امیدوار نامزد ہو چکے ہیں۔ اپوزیشن استعفوں کے مخمصے میں پھنسی ہوئی ہے اور بھانت بھانت کی بولیوں میں منقسم ہے۔ نواز شریف اپنی لندن اے پی سی سے فراغت کے بعد سپریم کورٹ سے ملک میں آنے کا پروانہ لے کر اسلام آباد آئے اور سعودی عرب واپس بھیج دیئے گئے۔ اُن کی آمد اور واپسی بھی ایک متنازعہ ایشو ہے۔ جو...... ''اس آنے کو کیا کہیے، اس جانے کو کیا کہیے'' کے تبصروں میں تحلیل ہو گیا ہے۔ ایک سال سے بے نظیر بھٹو کی ڈیل موضوعِ بحث تھی جو تکمیل کے مراحل میں داخل ہو چکی ہے۔ وہ ۱۸؍ اکتوبر کو وطن واپسی کا اعلان کر چکی ہیں۔ انھوں نے صدارتی امیدوار کے لیے مخدوم امین فہیم کو نامزد کر دیا ہے۔ اے پی ڈی ایم نے ۲۹؍ ستمبر کو اسمبلیوں سے استعفوں کا اعلان کر دیا ہے۔ جب کہ متحدہ مجلس عمل کے سیکرٹری جنرل مولانا فضل الرحمٰن نے پشاور کے اجلاس کے بعد اے پی ڈی ایم کی طرف سے استعفوں کے فیصلے کی حمایت کرتے ہوئے اسے مرحلہ وار حکمتِ عملی سے مشروط کیا ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ ہم ایک ہی ترکش میں سب تیر نہیں چلائیں گے۔ مجلس عمل ایک سال سے استعفوں کا اعلان کر رہی ہے اور دیں گے نہیں دیں گے کے اعلانات میں بڑی مہارت کے ساتھ انھوں نے ایک سال پورا کر ہی لیا۔ اللہ کرے وہ کسی فیصلہ کن مقام پر پہنچ جائیں۔ اگرچہ اس عرصہ میں قاضی حسین احمد اور مولانا فضل الرحمٰن کے درمیان کئی مرتبہ خلیج پیدا ہوئی لیکن معلوم نہیں کہ کس ''مہربان'' نے یہ خلیج وسیع نہیں ہونے دی۔ آئندہ عام انتخابات مجلس عمل کے لیے سخت امتحان اور آزمائش کا درجہ رکھتے ہیں۔ مجلس کے رہنماؤں نے جس ایجنڈے پر گزشتہ عام انتخابات میں مثالی کامیابی حاصل کی تھی وہ اس سے انصاف نہیں کر سکے۔

وزیر اعظم شوکت عزیز نے گزشتہ دنوں اپنی تین سالہ کارکردگی کی رپورٹ صدر جنرل پرویز کو پیش کرتے ہوئے بڑے فخر سے کہا ہے کہ پہلی مرتبہ اسمبلیاں اپنی مدت پوری کر رہی ہیں۔ ہم نے بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے اور انتخابی

ضابطۂ اخلاق طے کرنے کے لیے میں اپوزیشن کو پھر مذاکرات کی دعوت دیتا ہوں۔“ کیسا انتخاب اور کیسا ضابطۂ اخلاق؟ الیکشن کمیشن جانبدار، تین سالہ کارکردگی میں علماء کے قتل، سانحۂ لال مسجد میں سینکڑوں بے گناہ طلباء وطالبات کا قتل، وزیرستان میں مسلمانوں کا خونِ بے گناہی، ڈمہ ڈولہ میں معصوم طلباء کا اجتماعی قتل، بے حیائی اور فحاشی کا سیلاب، کمرتوڑ مہنگائی کا تسلسل، دینی قدروں کی پامالی، پارلیمنٹ کی رسوائی۔ انتظامیہ کا شرمناک کردار اور عدلیہ کے وقار کی پامالی ایسے درجنوں ”گولڈ میڈل“ ہیں جو اُن کے اور اُن کے باس کے سینے پر لٹکے غضب الٰہی کو دعوت دے رہے ہیں۔ صدارتی انتخاب کے شفاف ہونے کا اندازہ اسی سے لگا لیجئے کہ وزیر اعظم نے پورے یقین کے ساتھ فرمایا ہے کہ جنرل پرویز مشرف ہی صدر منتخب ہوں گے۔ اُدھر صدر کے دو عہدے رکھنے کے خلاف سپریم کورٹ میں قاضی حسین احمد کی درخواست زیر سماعت ہے۔ چار درخواستیں خارج ہو چکی ہیں۔ باقی پر عدالتِ عظمیٰ کا فیصلہ آج کل میں آنے والا ہے۔ ڈاکٹر شیر افگن اور چودھری شجاعت حسین نے سپریم کورٹ کے بارے میں گزشتہ ایک ماہ میں جو زبان استعمال کی ہے وہ بھی محل نظر ہے۔ فاضل جج نے صبر اور حکمت کے ساتھ اس صورت حال میں بھی عدالتِ عظمیٰ کو متنازعہ نہیں بننے دیا۔

جنرل پرویز نے ۱۲؍اکتوبر ۱۹۹۹ء کو اقتدار پر قبضہ کرنے کے بعد قوم کے سامنے جو ایجنڈا پیش کیا تھا وہ کتنا پورا ہوا اور کتنا باقی ہے۔ یہ صرف صدر بش جانتے ہیں یا صدر پرویز لیکن ان آٹھ برسوں میں ملک کا جتنا نقصان ہوا' اتنا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ جنرل پرویز نے ہمیشہ واضح طور پر کہا کہ نواز شریف اور بے نظیر اب انتخابات میں حصہ نہیں لے سکیں گے۔ وہ تیسری بار وزیر اعظم نہیں بن سکیں گے۔ لیکن ......”دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو“ کے مصداق وہ ۱۹۹۹ء میں واپس جا رہے ہیں۔ اور بے نظیر سے ڈیل کر رہے ہیں۔ پیپلز پارٹی، اے پی ڈی ایم اور متحدہ مجلس عمل کے کسی ایک فارمولے پر متفق نہ ہونے کی وجہ سے جنرل پرویز پھر فائدہ اٹھائیں گے۔ متحدہ اپوزیشن ہی جنرل پرویز کو شکست سے دوچار کر سکتی ہے مگر یہاں تو ”انتخاب آمد، اتحاد برخاست“ والی صورت حال ہے۔ اس کا جو نتیجہ نکلے گا' وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ جنرل پرویز صدر منتخب ہوں یا نہ ہوں، وردی اتاریں یا نہ اتاریں لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہزاروں ہم وطن بے گناہ مسلمانوں کا خونِ ناحق اُن کے سر ہے۔ انھوں نے آٹھ برسوں میں جو کانٹے دوسروں کے راستے میں بچھائے' اب اُسی راستے پر وہ خود چلنے پر مجبور ہیں۔ اُن کے اقتدار کا جھولا ہچکولے کھا رہا ہے۔ وہ اور کتنے دن مسند صدارت پر قابض رہتے ہیں؟ آخر انھیں جانا ہوگا۔ حساب دینا ہوگا اور قومی جرائم کی سزا بھگتنا ہوگی۔ انھیں بھی اور اُن کے ہم نوا قاف لیگ کے کبوتروں کو بھی۔ بلی تھیلے سے باہر آ گئی ہے۔ اب کبوتروں کی بھی خیر نہیں:

”یہ چار دن کی خدائی تو کوئی بات نہیں“
زوال تیرے تعاقب میں ہے زوال سے ڈر